رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰

تار کا پتہ مسلمان لاہور

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کا سہ روزہ آرگن

ایڈیٹر

محمد انعام الحق

ہوشیار پوری

جلد ۲۳ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۳ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۳۵ء | نمبر ۳۰

جماعتِ احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں۔ نہ آئندہ ہوگی

(۴) اصحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا نشان

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

حضرت مولانا محمد عبداللہ خانصاحب مرحوم و مغفور

ایک بزرگ قوم کی یاد میں چند سطریں

۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء کی صبح کو حضرت مولانا محمد عبداللہ خانصاحب مرحوم و مغفور کے انتقال سے ہماری جماعت ایک اور بزرگ و عظیم ہستی سے محروم ہو گئی۔ ممکن ہے کہ اکثر احباب سلسلہ حضرت مرحوم کو اس حد تک نہ جانتے ہوں۔ جس حد تک کہ انہیں ایک خادم دین و مخدوم قوم کو جاننا چاہیئے۔ لیکن اس کے باوجود وہ عظیم ہستی تھے۔ مرحوم کا عشق اسلام شاندار خدمات دینی، اخلاص، زہد و تقوٰی، تبحر علمی، بلند اخلاقی معاملہ فہمی اور بزرگانہ شفقت۔ ان میں سے ہر ایک چیز ان کی عظمت کی گواہ ہے۔ اس خضر صورت انسان میں اتنی زیادہ خوبیاں اتنے بڑے پیمانہ میں جمع تھیں کہ کم از کم میرے لئے ان کا بیان اور شمار بالکل مشکل ہے۔ جن لوگوں کو حضرت مرحوم سے ذاتی طور پر شرف تعارف تھا۔ میرا یقین ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا دل ان کے انتقال کی خبر پر ایسا ہی رنج و درد محسوس کر رہا ہے۔ جو کہ کسی بزرگ خاندان کی وفات پر محسوس ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ مرحوم کا سلوک اپنے ہر ایک ملنے والے سے ایسا ہی مخلصانہ اور پر شفقت تھا۔ جو کہ صرف مہربان بزرگوں ہی کا ہو سکتا ہے۔

میری خواہش تھی کہ ان کے کچھ مختصر حالات زندگی اور سلسلہ میں شمولیت کی سرگذشت درج اخبار کروں۔ لیکن ایک ہفتے کی کوشش کے باوجود یہ چیزیں فراہم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ان کی فراہمی کے لئے مجھے حضرت مرحوم کے صاحبزادگان مولانا مصطفٰے خانصاحب اور مولوی مرتضٰے خاں صاحب کی امداد کی ضرورت سب سے زیادہ ہے مگر ایسی حالت میں جبکہ یہ صدمہ بالکل تازہ ہے۔ میں ان کو اس غرض کے لئے تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ ۱۹۳۳ء میں جب میں نے پیغام صلح کا "قبول احمدیت نمبر" شائع کیا۔ حضرت مرحوم سے بھی مضمون کی درخواست کی۔ لیکن وہ ناسازی طبع کی وجہ سے نہ لکھ سکے۔ ورنہ سلسلہ کی تاریخ کا ایک جزو محفوظ ہو جاتا۔ قبول احمدیت نمبر کے بعد میں نے مضمون کا تقاضا ترک کر دیا۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری غلطی تھی۔ حضرت مرحوم کے حالات مجھ جیسے بہت سے آدمیوں کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔ موجودہ حالات میں میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا۔ کہ اپنی پانچ چھ سالہ ذاتی معلومات کی بنا پر ہی چند سطریں لکھ کر اظہار عقیدت کا وہ فرض ادا کر دوں۔ جس کے لئے کہ میرا دلی جذبہ مجھے مجبور کر رہا ہے۔

تعارف

میں مارچ ۱۹۲۸ء میں بحیثیت اسسٹنٹ ایڈیٹر پیغام صلح انجمن کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اسی وقت سے کبھی احمدیہ بلڈنگس کی مسجد اور دفاتر انجمن کے اردگرد دن میں کئی مرتبہ ایک ایسی خضر صورت ہستی کی زیارت نصیب ہوتی جس میں بزرگان سلف کی ادائیں پائی جاتی تھیں۔ میں اکثر سلام عرض کرتا۔ یہ خضر صورت نہایت شفقت سے جواب دیتے۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا۔ کہ یہ کون ہیں ۔۔۔ آہ! یہ حضرت مولانا محمد عبداللہ خاں صاحب تھے۔ جنکی بابرکت ہستی سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکے ہیں اور اس طرح محروم ہو چکے ہیں کہ تلافی کی کوئی صورت بظاہر نظر نہیں آتی۔ خیر اسی طرح چند ماہ گذر گئے۔ غالباً مئی یا جون ۱۹۲۸ء میں مولوی دوست محمد صاحب مصنف "آئینہ احمدیت" نے از سر نو پیغام صلح کی ایڈیٹری کا کام سنبھالا۔ ان کی وجہ سے دفتر پیغام صلح میں حضرت مرحوم کا آنا جانا بھی کثرت سے ہو گیا۔ اکثر گھنٹوں دفتر میں آکر بیٹھتے اور اپنی بیش بہا دینی و علمی معلومات سے مستفیض کرتے۔ جناب مولوی مصطفٰے خاں صاحب کے اسم گرامی سے میں پہلے ہی واقف تھا۔ دو تین مرتبہ نیاز بھی حاصل ہو چکا تھا۔ حضرت مرحوم کی دفتر میں آمد و رفت کے باوجود میں اس سے زیادہ جان نہ سکا۔ کہ آپ مولوی مصطفٰے خاں صاحب کے والد محترم ہیں۔ چند ماہ اور اسی طرح گذر گئے۔

خزانۂ شفقت کی دریافت

ماہ اگست ۱۹۲۸ء کا آخری ہفتے کا ذکر ہے کہ پیغام صلح کے آخری ہی نمبر کی تیاریاں زور شور سے شروع تھیں۔ کام زیادہ وقت تھوڑا تھا۔ تین کاپیاں ابھی باقی تھیں۔ چار بجے شام کے قریب پریس کا آدمی آیا۔ کہ صبح سویرے تینوں کاپیاں مل جائیں۔ تب اخبار وقت پر نکل سکتا ہے اس پر ہم نے یہ صلاح ٹھہرائی کہ ساری رات جاگ کر کام کیا جائے اور وقت مقررہ پر کاپیاں تیار کرکے پریس پہنچا دی جائیں۔ اس زمانہ میں دفتر پیغام صلح میں بجلی کی روشنی کا انتظام نہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد ہم ۔۔ مسجد کی گیلری میں منتقل ہو گئے جہاں کہ روشنی کا بخوبی بندوبست تھا۔ برسات کا موسم تھا۔ آسمان پر تاریک گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی عشا کے قریب باقی اصحاب مختلف ضرورتوں کے لئے تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے گیلری سے باہر گئے ہوئے تھے اور میں تنہا بیٹھا ہوا اشتہاروں کی کاپیاں دیکھ رہا تھا۔ کہ حضرت مرحوم تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی سے بیٹھ کر گفتگو شروع کر دی۔ ان کی گفتگو میں خلوص اور شفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی میں اس وقت تک حضرت ممدوح کے متعلق اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا تھا کہ وہ مولانا مصطفٰے خانصاحب کے والد ہیں۔ لیکن وہ میرے متعلق بہت کچھ سب کچھ جانتے تھے اور بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ اس سے قبل وہ میری بہتری کے لئے میرے علم اور خواہش کے بغیر ایک کوشش بھی فرما چکے تھے۔ خیر تھوڑی دیر تک باتیں کرنے کے بعد فرمایا۔ میں ایک کام سے آیا ہوں۔ کہو تم نے کھانا بھی کھایا۔ یا نہیں۔ تمہارا گھر دور ہے اور تم تنہا رہتے ہو۔ اگر نہیں کھایا تو ابھی منگاتا ہوں ان کے اس ارشاد میں سادگی اور خلوص بھرا ہوا تھا۔ آہ! اس تصنع اور بناوٹ کے زمانہ

(باقی بر صفحہ ۱۰)

(بقیہ صفحہ اوّل)

میں یہ چیز ان بزرگوں کے سوا شاید بہت ہی کم ملے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں ابھی انتظام ہو جاتا ہے۔ مولوی دوست محمد صاحب اسی غرض سے باہر گئے ہیں۔ فرمایا کہ صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ کھانا نہیں کھایا ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی لاتا ہوں۔ میرے شدید انکار کے باوجود آپ میرے لئے کھانا لانے تشریف لے گئے۔ میں نادم تھا۔ کہ میری وجہ سے انہوں نے تکلیف گوارا کی ہے اور ساتھ ہی آپ کی اس شفقت پر مجھے حیرت و مسرت تھی اور میں یقین کرنے لگا۔ کہ لاہور میں میرا ایک سرپرست موجود ہے اور مجھے شفقت کا ایک خزانہ مل گیا ہے۔ حسن اتفاق سے مولوی دوست محمد صاحب آپ کو راستہ میں مل گئے اور انہوں نے بصد مشکل روکا اور یقین دلایا۔ کہ کھانا ابھی آتا ہے۔ آپ پھر گیلری میں آ گئے جب تک کہ کھانا آ نہ گیا۔ اور ہم سب نے کھانہ لیا۔ آپ تشریف فرما رہے۔ اس دن کے بعد اس بزرگ ہستی کا نقش عظمت میرے دل پر بیٹھ گیا۔

اسلام اور سلسلہ سے عشق

حضرت مرحوم کو اسلام اور سلسلہ سے غیر معمولی عشق تھا شاید بہت کم احباب کو معلوم ہوگا۔ کہ آپ منشی ظفر علی خانصاحب آف "زمیندار" کے حقیقی چچا تھے رشتہ داری کے تعلقات ایسی بلا ہیں کہ بڑے بڑے آدمی اس پر خطر منزل میں آ کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن حضرت مرحوم نے کبھی ایک لحہ کیلئے بھی اس کی پروا نہ کی، اسلام اور سلسلہ کے مفاد اور اس کی محبت کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ حضرت مسیح موعود کا ذکر نہایت والہانہ انداز میں کرتے اور اس وقت فرط عشق سے اکثر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اللہ تعالے نے آپ کو قرآن فہمی کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آخری عمر میں قرآن کا پڑھنا اور پڑھانا آپ کی زندگی کا سب سے بڑا شغل تھا۔ مسائل دینی پر بھی حیرت انگیز عبور تھا۔ کئی مرتبہ دقیق سے دقیق مسائل چند منٹوں میں ایسے آسان طریق پر سمجھا دیئے کہ بالکل ذہن نشین ہو گئے۔

زہد و اتقا

حضرت مرحوم نہایت عابد و زاہد اور متقی تھے، آخر عمر تک مسلسل علالت اور غیر معمولی ضعف کے باوجود نماز کے پابند تھے۔ نماز پڑھتے پڑھتے اکثر اوقات رقت غالب آ جاتی۔ جمعہ کے روز بالعموم اہتمام سے مسجد میں پہلے تشریف لاتے اور ہم لوگوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تصنع اور تکلف سے آپ کو نفرت تھی۔

تبحر علمی

مرحوم عربی فارسی کے جید عالم اور پٹیالہ کالج میں انہی زبانوں کے معلم تھے۔ علاوہ ازیں اعلےٰ درجہ کے سخن فہم تھے۔ خود بھی فارسی اردو اور پنجابی اشعار موزوں کرتے۔ کچھ عرصہ ہوا آپ نے اپنا کچھ پنجابی کلام کتابی صورت میں بھی شائع کیا تھا۔

بلند اخلاقی اور اخلاص

حضرت مرحوم کی بلند اخلاقی کی یہ کیفیت تھی کہ ہر شخص ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ ہمیشہ ہنس مکھ رہتے۔ ہر ایک شخص کی بہتری کی خواہش اور کوشش کرتے۔ خورد سال بچوں سے لیکر سفید ریش بزرگوں تک سب کے ساتھ محبت و مہربانی سے پیش آتے۔ کسی کو مصیبت و پریشانی میں دیکھتے۔ تو فوراً امداد کے لئے تیار ہو جاتے اس کو حوصلہ اور تسلی دیتے۔ اگر کسی کو کوئی تنبیہ یا نصیحت کرنی ہوتی۔ تو بالعموم تنہائی میں کرتے۔ لوگوں کے سامنے اسے شرمندہ ہرگز نہ کرتے۔ ان کی نصیحت اور تنبیہ میں واعظانہ خشکی کی بجائے اخلاص اور بزرگانہ شفقت کا عنصر غالب ہوتا تھا۔ کسی کی دلشکنی نہ کرتے۔ دوسروں کی سخت کلامیوں کو بھی صبر و تحمل سے برداشت کرتے۔ احمدیہ بلڈنگس میں لوگ اکثر تبادلہ خیالات کے لئے آتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض مخالفین بھی ہوتے۔ بسا اوقات ان کا انداز گفتگو حد متانت و اعتدال سے باہر ہو جاتا ہے۔ حضرت مرحوم جب کبھی کسی ایسے شخص سے گفتگو کرتے تو وقار۔ خود ضبطی اور تہذیب تحمل کے ایک پیکر معلوم ہوتے جس کے سامنے بالآخر مخالف کو جھکنا پڑتا۔ حضرت مرحوم ایک تجربہ کار اور دانشمند بزرگ تھے۔ ہم لوگ اکثر خانگی امور میں بھی ان سے مشورہ لیتے ہمیشہ مخلصانہ اور صائب رائے دیتے۔ مجھے جب کبھی تنہائی میں ملتے تو ذاتی امور کے متعلق دریافت کرتے۔ میں کبھی بیماری یا کسی ضرورت سے ایک روز کیلئے بھی دفتر سے غیر حاضر رہتا اور انہیں اس کا علم ہو جاتا۔ تو دوسرے روز ضرور آ کر خیریت معلوم کرتے۔ میں ۱۹۳۰ء میں شدید بیمار ہو گیا۔ انہیں پتہ چلا۔ تو پیرانہ سالی و ضعف کے باوجود ہسپتال پہنچے۔ یہ بات کچھ میرے یا چند آدمیوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک ملنے والے سے یہی سلوک کرتے۔ باوجود شرف و بزرگی کے معمولی سے معمولی آدمی کے جذبات کا لحاظ رکھتے اور حتی الامکان اسے رنجیدہ نہ ہونے دیتے

حضرت امیر اور اکابر سلسلہ سے محبت

حضرت مرحوم کو ہر وہ شخص جو دین و سلسلہ کی معمولی سے معمولی خدمت بھی انجام دے عزیز تھا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اکابر سلسلہ کی وہ کس قدر عزت کرتے ہونگے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے غیر معمولی محبت تھی۔ کچھ عرصہ ہوا مرحوم شدید بیمار ہو گئے تو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے فرمانے لگے۔ کہ وعدہ کیجئے کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں گے اور جہاں بھی ہونگے آ جائیں گے آپ حضرت ممدوح کی خدمات دینی اور تحقیقات کی نہایت قدر کرتے۔

خدمات دینی و قومی

حضرت مرحوم نے نہایت خاموشی سے دین و قوم کی بیش قیمت اور ٹھوس خدمات انجام دیں۔ جن میں سے سب سے زیادہ

قابل ذکر خدمت یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے جماعت کے سینکڑوں نوجوانوں، بچوں، عورتوں اور لڑکیوں کو علم دین حاصل ہؤا۔ آپ کی شروع ہی سے یہ عادت تھی کہ کسی غریب طالبعلم کو دیکھتے تو اپنے گھر لے آتے اور اس کے اخراجات خورد و نوش خود برداشت کر کے اسے پڑھاتے بیسیوں لڑکے اس طرح عالم بنا دیئے۔ انجمن کے کئی چپڑاسی آپ کی توجہ اور محنت سے لکھنے پڑھنے کے قابل ہو گئے۔ کئی سال سے انجمن کی زنانہ کلاسیں حضرت مرحوم کے متعلق تھیں۔ اور یہ حقیقت ہے انہوں نے اس فرض کو غیر معمولی شوق اور توجہ سے انجام دیا۔ اور مرکز کی بیسیوں لڑکیوں نے آپ سے علم دین و قرآن حاصل کیا۔ خواتین جماعت میں خدمت دین کا جو شوق ہے اس میں حضرت مرحوم کی مخلصانہ کوششوں کو کافی حد تک دخل ہے۔

کنبہ پروری

آخر پر میں حضرت مرحوم کی ایک ایسی خصوصیت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جسے اس خود غرضی اور فیشن پرستی کے زمانے میں کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ لیکن وہ بزرگان سلف کا ایک نمایاں جوہر تھی۔ میری مراد اس سے کنبہ پروری ہے۔ حضرت مرحوم بہت بڑے کنبہ پرور تھے۔ اس سلسلہ میں مجھے ان کے بعض رشتہ داروں سے ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں، جو اس زمانہ میں موجب حیرت ہیں۔ دین کے راستے میں مرحوم نے بڑی سے بڑی رشتہ داری کی پروا نہیں کی لیکن اس کے ساتھ ہی سنت نبوی کی پیروی میں کنبہ پروری کی بھی ایک ایسی مثال قائم کی جو قابل صد آفریں ہیں

خلاصہ کلام

حضرت مرحوم ہمارے اندر ایک مشعل ہدایت کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے عرصہ تک اپنے زہد و تقویٰ اور عمل نیک کی روشنی پھیلائی۔ اب موت کے بے رحم جھونکے نے اس مشعل کو گل کر دیا ہے اور ہم اس کی ضیا باریوں سے محروم ہو گئے ہیں لیکن مرحوم کے نیک نمونے اور قابل تقلید طرز زندگی ہمارے سامنے ہے۔ ہمارے لئے اظہار عقیدت کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چل کر ان کے نام کو روشن اور ان کی روح کو خوش کریں۔